بسم اللہ الرحمن الرحیم

علوم حدیث۔اک بحر بیکراں:

تاریخ اسلام کے قرون اولی میں علمائے حق نے دین کے بنیادی مآخذ کی حفاظت وصیانت کی خاطر جن نئے علوم وفنون کی داغ بیل ڈالی ہے، ان کا ایک معتدبہ حصہ مختلف جہات اور متنوع عنوانات سے معنون ہو کر "علوم حدیث" کی صورت زندہ وتابندہ ہے، عنوان کی سادگی کی بنا پر ظاہر بینوں کو پہاڑ، رائی کی مانند دکھنے لگتا ہے، لیکن حقیقت سے آشنا طائع اس بحر بیکراں میں غوطہ زن ہو کر انگشت بدنداں رہ جاتی ہیں، علم کا جو شیدائی بھی اس سفر پر روانہ ہوا تو متاع حیات تسلیم کر کے بھی تشنہ لبی پر شکوہ کناں نظر آیا، ان علوم کی وسعت کے اجمالی تعارف کے لیے چھٹی صدی ہجری کے معروف محدث وفقیہ، امام ابو بکر زین الدین حازمی رحمہ اللہ (۵۴۸ھ۔۵۸۴ھ) کے اس فرمان پر نگاہ ڈالیے:

"علم الحديث يشتمل على أنواع كثيرة، تقرب من مائة نوع، ذكر منها طائفة ابوعبدالله الحافظ رحمة الله عليه في"معرفة علوم الحديث"، وكل نوع منها علم مستقل لوأنفق الطالب فيه عمره لماأدرک نهايته، لكن المبتدی يحتاج أن يستطرف من كل نوع؛لأنها أصول الحديث، ومتى جهل الطالب الأصول تعذر عليه طريق الوصول"۔[1]

یعنی "علم حدیث کی سو کے لگ بھگ انواع ہیں، حافظ ابو عبد اللہ (حاکم) رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "معرفة علوم الحديث" میں ان انواع میں سے معتدبہ تعداد ذکر کی ہے، اور ہر نوع مستقل علم کی حیثیت رکھتی ہے، (بعض انواع ایسی ہیں کہ) اگر طالب علم پوری حیات مستعار انہیں میں صرف کر ڈالے تب بھی انتہا کو نہ پا سکے گا، لیکن مبتدی کو چاہیے کہ ہر نوع سے معتدبہ استفادہ کرے؛ اس لیے کہ یہ حدیثی اصول ہیں، اور طالب علم اصول سے ہی نابلد ہو تو مقصود تک پہنچنا دشوار ہو جاتا ہے"۔

کچھ احوال واقعی:

مرور زمانہ کے ساتھ اب یہ سمجھانا بھی دشوار ہو چلا ہے کہ ان علوم میں زندگیاں کھپانے کی ضرورت ہی آخر کیا ہے؟ بہتیرے طلبائے علم، درس نظامی کی تکمیل کے بعد یہ سوال پوچھتے نظر آتے ہیں کہ محدثین نے جب بازی جیت لی ہے تو پھر "تخصص

---

(1) عجالة المبتدي وفضالة المنتهي في النسب، ص:۳، المطبعة الأميرية بالقاهرة امام ابن صلاح رحمہ اللہ نے "مقدمہ" میں پینسٹھ (۶۵) انواع ذکر کی ہیں، جبکہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے دیگر کتب سے جمع کر کے اپنے اضافات کے ساتھ "تدريب الراوي" میں چورانوے (۹۴) انواع ذکر کی ہیں۔

فی علوم الحدیث" کی بھلا ضرورت ہی کیا ہے؟ اس صحرا نوردی سے ہمیں کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں؟ یہ اختصاص ہمیں مستقبل میں کس جہت سے نمایاں مقام دلا سکتا ہے؟ علم کے تنزل کے دور میں اس نوع کے سوالات تعجب خیز نہیں ہوا کرتے، ایسے وقت بدیہی امور نظری بن ہی جایا کرتے ہیں، کچھ قصور ان نادان دوستوں کا بھی ضرور ہے جو سفر سے واپسی پر راہ کی حسین وادیوں کی واقعی وحقیقی منظر کشی نہ کر سکے، یا طبعی کسل کی بنا پر خرگوش کی مانند آخری گھڑیوں کے انتظار میں فرصت زریں کھو بیٹھے اور اقبال کے الفاظ میں "چند کلیوں پر ہی قناعت کر آئے"، ایسے میں کسی نوخیز نے کارگذاری پوچھی تو چند نابیناؤں کی طرح قوت لامسہ کے ذریعے ہاتھی کی دم، پیر اور شکم، جسے چھو کر محسوس کیا، اسی کا دم بھرتے نظر آئے، اور علم کی متلاشی پیاسی طبیعتیں اس "جہت" کو تھوڑا خیال کر کے قدم بڑھا گئیں، یوں ذہانتوں کی بے توجہی سے میدان علم میں آیا خلا وسیع ہوتا چلا گیا۔

منظر کی دھندلاہٹ میں کچھ دخل رویوں کے افراط وتفریط کا بھی ہے، بعضے ان علوم کی عظمت تلے دب کر یوں مغلوب ہوئے کہ دیگر میادین علم سے مستغنی دکھائی دیئے، غلبہ حال میں یہ مسلمہ حقیقت نگاہ سے اوجھل ہوگئی کہ علوم اسلامیہ سبھی اپنا سرمایہ ہیں، باہم مربوط ہونے کی بنا ایک دوسرے کے محتاج ہیں، اور طبعی رجحانات کی تقسیم، تکوین کا کرشمہ ہے، جس سے ہر میدان کی رکھوالی مقصود ہے، ایک جماعت اس راہ سے خوابیدہ یا نیم چشیدہ ہی گذری اور جو لوٹی تو اپنی "چھوٹی کوڑی" کو یواقیت وجواہر جان کر سلف کی جاں گسل جدوجہد پر "دو حرف" پڑھتے سنائی دی۔

"اپنوں" کی اس بے اعتنائی میں "غیروں" کی اڑائی "گرد" کا کردار بھی بھولنے جیسا نہیں، کچھ خالی ذہن تھے، سو جو جام تھمائے گئے، مخمور ہو کر انہیں کے گن گاتے نظر آئے، بعض عقلیت پسند تھے تو انہیں من بھاتی عقلی موشگافیاں "خوابیدہ ضمیر" کی آواز لگیں، بھول گئے کہ واردان خوان نبوت، علم وتقوی کے شناور ہونے کے ساتھ "روایت ودرایت" اور "عقل ونقل" کے اسلحے سے بھی لیس تھے، وہ کھرا کھوٹا جانتے تھے اور انسانی وسعت کے دائرے میں اپنا فرض نبھا گئے ہیں، شکوؤں کی یہ داستاں طویل ہے اور دراز گوئی کا یہ موقع نہیں، مدعا صرف یہ ہے کہ "علوم حدیث" کے اس میدان پر راہ گیروں کی قلت کے کچھ داخلی وخارجی اسباب وعوامل بھی ہیں۔

اختصاص کیوں ضروری ہے؟

علوم اسلامیہ کی دنیا وسیع وعریض ہے، دور قدیم میں طبائع باہمت، حوصلے بلند وبالا، صحتیں تومند وتوانا اور حافظے مضبوط ہوا کرتے تھے تو بیک وقت علوم عقلیہ ونقلیہ کی جامع شخصیات بھی موجود رہتی تھیں، عہد رفتہ کے ساتھ صلاحیتیں ضعف کا شکار ہوتی گئیں تو جامعیت کی شان بھی ندرت کا شکار ہوتی ہوگئی، یوں اختصاصی مہارتوں کی ضرورت بڑھتی چلی گئی، اختصاصی مہارتوں کی اہمیت بتلانے کو زبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلے ان الہامی جملوں میں پنہاں اشارے قابل غور ہیں:

’’ عن أنس بن مالک قال: قال رسول االله صلى االله عليہ وسلم: أرحم امتى بامتى ابوبكر، وأشدهم فى أمر االله عمر، وأصدقهم حياء عثمان بن عفان، وأعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل، وأفرضهم زيدبن ثابت، وأقرؤهم أبى بن كعب، ولكل أمة أمين، وأمين هذه االأمة ابوعبيدة بن الجراح‘‘۔[2]

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’میری امت کے سب سے رحم دل انسان ابو بکر، حکم خداوندی کے معاملے سب سے سخت عمر، سب سے باحیا عثمان بن عفان، سب سے زیادہ حلال و حرام کے مسائل جاننے والے معاذ بن جبل، علم فرائض کے سب سے بڑے عالم زید بن ثابت، اور سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں، اور ہر امت کا ایک امین ہوا کرتا ہے، میری امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین‘‘۔ محدثین اس حدیث کو عام طور پر ’’مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم‘‘ کے ذیل میں ذکر کرتے ہیں، اس لیے کہ اس میں یکجا ئی کبار صحابہ کے مقام و مرتبہ اور ان کے امتیازی اوصاف و خصوصیات کا بیان ہے،’’ اشارۃ النص‘‘ کے طور پر اس حدیث سے یہ استنباط کیا جاسکتا ہے کہ ’’اختصاص‘‘ کی بنیاد عہد نبوت میں ہی ڈال دی گئی تھی، چنانچہ مذکورہ روایت میں حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کے اختصاصی علوم کی جانب واضح اشارہ ملتا ہے۔ یوں بھی دور حاضر کو اختصاص (اسپیشلائزیشن specialization) کا عہد کہا جاتا ہے، بلکہ اب نوبت اس سے بڑھ کر ذیلی اختصاص (سب اسپیشلائزیشن sub specialization) تک جا پہنچی ہے، چنانچہ آج علاج کے سلسلے میں بھی جنرل ڈاکٹر کے بجائے متخصص (اسپیشلسٹ specialist) سے ہی رجوع کیا جاتا ہے، اس بنا پر علوم دنیویہ کی مانند علوم اسلامیہ میں بھی فطری طور پر یہی رویہ عین فطرت کے مطابق ہے کہ ضروری علوم میں کلی و بنیادی معلومات کے حصول کے بعد کسی ایک علم و فن میں کمال حاصل کیا جائے، کیونکہ ہر ایک علم و فن میں دقت رسی دشوار ہی نہیں، کہا جاسکتا ہے کہ آج کے دور میں ناممکن ہے، فقہ ظاہری کے امام اور پانچویں صدی کے نامور عالم، حافظ ابو محمد علی بن حزم اندلسی رحمہ اللہ (۳۸۴ھ۔۴۵۶ھ) اپنی کتاب ’’مراتب العلوم‘‘ میں اس پہلو پر بحث کرتے ہوئے کچھ یوں رقم طراز ہیں:

’’من طلب الاحتواء على كل علم أوشك أن ينقطع وينحسر، ولايحصل على شيئى۔ وكان كالمحضر الى غيرغاية، اذ العمريقصر عن ذلک۔ وليأخذ من كل علم بنصيب، ومقدار ذلک:معرفته بأعراض ذلک العلم فقط، ثم يأخذ ممابه ضرورة الى مالابدله من، كماوصفنا، ثم يعتمد العلم الذى يسبق فيه بطبعه وبقلبه وبحيلته، فيستكثر منه ماأمكنه، فربما كان ذلک منه فى علمين أو ثلاثة او

---

(2) سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل، ۲ : ۶۹۹، رحمانیہ۔

أكثر، على قدر ذكاء فهمه، وقوة طبعه، وحضورخاطره، واكبابه على الطلب''۔[3]

''جس کسی نے بھی ہر علم میں مہارت حاصل کرنے کا ارادہ کیا وہ ختم ہو کر رہ گیا اور کچھ حاصل نہ کر پایا، اس کی مثال اس تیز رفتار شخص کی مانند ہے جس کی کوئی منزل نہ ہو؛ اس لیے کہ متاع حیات بہت تھوڑی ہے، لہذا ہر علم میں سے کچھ حصہ حاصل کرنا چاہیے، یعنی اس کے بنیادی مقاصد کی معرفت کے بعد ضروری مباحث کو حاصل کرے، بعد ازاں جس علم کی جانب طبعی و قلبی میلان اور رجحان ہو اس میں حتی الامکان مزید محنت و کوشش سے کام لے، یوں فہم و ذکاوت، طبعی قوت، جمعیت خاطر اور یکسوئی کے بقدر کم و بیش دو تین علوم میں ہی مہارت حاصل کر سکے گا''۔

ذرا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو ہمارے سلف میں یہی رجحان پایا جاتا تھا، امام لغت و جلیل القدر امام ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۱۵۷ھ۔۲۲۴ھ) کا کہنا ہے:

''ماناظرنی رجل قط وکان مفننا فی العلوم الا غلبته، ولاناظرنی رجل ذوفن واحد من العلوم الا غلبنی فیه''۔[4]

''جب بھی کسی متعدد علوم پر نگاہ رکھنے والے عالم سے مناظرے کی نوبت آئی تو میں غالب رہا، لیکن ایک فن کے ماہر کو ہمیشہ اس فن میں مجھ پر غلبہ حاصل رہا ہے''۔

چنانچہ متقدمین کے دور سے ہی حدیث کے سلسلے میں محدث کی اور فقہ واستنباط کے پہلو سے فقیہ کی رائے ہی معتبر قرار پاتی تھی، کوئی بعید نہیں کہ علوم اسلامیہ کی تدوین کے ابتدائی ادوار میں ''فقہ'' کی وسعت کے تین مختلف زاویوں (عقائد وکلام، فقہ اصطلاحی اور تزکیہ واحسان) میں سمٹنے کے پس پشت یہی فکر کار فرما رہی ہو، اس پہلو سے علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ (۹۰۹ھ۔۹۷۳ھ) کا یہ جملہ ان گنت پیچیدہ گتھیاں سلجھا سکتا ہے:

''من غلب علیه فن یرجع الیه فیه دون غیره''۔[5]

''جس عالم پر کوئی ایک فن غالب ہو تو اسی فن سے متعلق ان سے رجوع کیا جائے گا، دیگر علوم میں ان سے رہنمائی نہیں لی جائے گی''۔

---

(3) مراتب العلوم لابن حزم ضمن مجموع رسالاته، ۴:۷۷، ۷۸۔

(4) جامع بیان العلم وفضله لابن عبدالبر، باب اثبات المناظرة والمجادلة واقامة الحجة، ص: ۳۳۵، رقم: ۹۴۳، دارابن حزم ۱۴۲۷ھ۔ ۲۰۰۶ء۔

(5) الفتاوی الحدیثیة، ص: ۳۲۸، قدیمی کتب خانه کراتشی۔

برصغیر کے نامور محقق عالم مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (۱۲۶۴ھ۔۱۳۰۴ھ) رقم طراز ہیں:

''ان الله تعالى جعل لكل مقام مقالا ولكل فن رجالا، وخص طائفة من مخلوقاته بنوع فضيلة لاتجد فى غيره، فمن المحدثين من ليس لهم حظ الا رواية الأحاديث ونقلها من دون التفقه والوصول الى سرها، ومن الفقهاء من ليس لهم حظ الا ضبط للمسائل الفقهية من دون المهارة فى الروايات الحديثية، فالواجب أن ننزل كلا منهم فى منازلهم، ونقف عندمراتبهم''۔[6]

''اللہ تعالی نے ہر موقع کے مناسب کلام اور ہر فن کے لائق مردان کار پیدا کیے ہیں، اپنی مخلوقات میں سے بعض کو خاص نوع کی فضیلت بخشی ہے، جو باقی مخلوق میں نہیں، بعض محدثین کو محض احادیث کی روایت نقل کا مشغلہ نصیب ہوا ہے، حدیث کی فقہ اور اسرار تک ان کی رسائی نہیں، یونہی فقہا کی ایک جماعت مسائل فقہیہ کے ضبط میں مصروف رہی ہے، انہیں حدیثی روایات میں مہارت حاصل نہ تھی، لہذا ہر ایک طبقہ کو اس کا جائز مقام دینا اور ان کے مراتب کی حدود پر قائم رہنا ضروری ہے''۔

جب ہر فن میں صاحب فن کا قول ہی معتبر ٹھہرا تو ہر دور میں ہر فن کے متخصصین کا وجود بھی ناگزیر قرار پاتا ہے، پھر جبکہ علوم آلیہ بلکہ علوم عقلیہ محضہ کے شناور ان پر زندگیاں نچھاور کر رہے ہوں تو علوم عالیہ اور خصوصا علوم حدیث پر جان کاری کی اہمیت مخفی نہ رہنی چاہیے، بلاشبہ کسی بھی علم و فن کی اہمیت سے انکار نہیں، لیکن ''أعط كل ذى حق حقه''[7] (ہر حق دار کو اس کا جائز حق دو) کے مخاطبین سے واجب حق کی ادائیگی کا سوال بھی اہل عقل کے ہاں یقینا غیر دانشمندانہ شمار نہ ہوگا، تعلیم کے انتہائی مرحلے میں طبعی رجحانات و میلانات کو پیش نظر رکھ کر صلاحیتوں کی تقسیم کے لحات میں ہر میدان کی علمی ضروریات کو دیکھتے ہوئے منصفانہ تقسیم کا مطالبہ عین فطرت ہے اور یہی ان گذارشات کا مقصود ہے۔

''تخصصات'' کے سلسلے میں ایک عمومی اشکال سننے میں آتا ہے کہ قدما میں تو یہ طریقہ رائج نہیں رہا، آخر اس کی کیا ضرورت ہے؟ عرض یہ ہے کہ بلاشبہ قدما کے ہاں مروجہ طرز پر ''تخصصات'' کا رواج نہ تھا، لیکن امت مسلمہ کی علمی و تعلیمی تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں بھی رسمی طالب علمی سے فراغت کے بعد طلبا کو جس فن سے قلبی وابستگی ہوتی تو اس فن کے ماہر کے ہاں جا کر مزید رسوخ حاصل کیا کرتے تھے، عصر حاضر میں چونکہ انفرادی تعلیم کا یہ سلسلہ دشوار ہو چلا ہے، اس بنا پر مدارس و جامعات میں انتظامی طور پر اصحاب فن کی نگرانی میں شعبے کھول کر طلبائے علم کو استفادے کی دعوت دی جاتی ہے، گویا زمانے کے چلن کی بنا پر اسلوب و منہج کا فرق ہے، جبکہ حقیقت وہی ہے جو قدما سے چلی آ رہی ہے۔

---

(6) التعليقات الحافلة على الأجوبة الفاضلة، ص: ۳۱، مكتب المطبوعات الاسلامية حلب سوريا، ۱۴۳۶ھ۔ ۲۰۰۵ء۔

(7) صحيح البخاری، کتاب الصوم، باب من أقسم على اخيه ليفطر فى التطوع، ۱: ۲۶۴، قدیمی۔

علوم حدیث میں اختصاص کی ضرورت:

مندرجہ بالا تفصیل سے اجمالی طور پر دیگر علوم کی طرح علوم حدیث میں اختصاص کی اہمیت وضرورت بھی واضح ہوگئی، اس سلسلے میں چند مزید گذارشات نکات کی صورت پیش کی جاتی ہیں:

ا...... قرآن کریم کے بعد دین کا دوسرا بنیادی ماخذ ” حدیث وسنت “ ہے، اس لیے حفظ مراتب کے پہلو سے بھی قرآن وعلوم قرآن کے بعد علوم حدیث زیادہ توجہات کے مستحق ہیں، شاید اسی بنا پر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (۱۲۹۲ھ۔۱۳۵۲ھ) کے فرزند نسبتی اور ان کے افادات پر مشتمل ”انوار الباری شرح صحیح بخاری“ کے مرتب مولانا احمد رضا بجنوری رحمہ اللہ کا تجزیہ ہے: ”میرے نزدیک علوم اسلامیہ میں سب سے زیادہ اہم اور مشکل، حدیث ہی کا تخصص ہے“۔[8]

درس نظامی کے مختلف درجات میں کتب صحاح سمیت دیگر کتب حدیث اور اصول حدیث کی کتب شامل نصاب ہیں، جن سے علوم حدیث سے بنیادی شناسائی تو ضرور پیدا ہو جاتی ہے، لیکن دیگر علوم کی طرح اختصاصی مہارت تک رسائی حاصل نہیں ہوتی، لہذا جیسے ” تخصص فی التفسیر واصولہ “، ”تخصص فی الفقہ والافتاء“، ”تخصص فی الادب العربی“، ”تخصص فی الدعوۃ والارشاد“ اور ”تخصص فی العلوم العقلیۃ“ کی ضرورت بجاطور پر محسوس کی جاتی ہے، وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ ذہین فضلا کی ایک جماعت ”تخصص فی علوم الحدیث“ کی جانب متوجہ ہو، اور اس جہاں میں زندگی کھپا کر امت مسلمہ کی طرف سے فرض کفایہ کی ادائیگی کا ذریعہ ثابت ہو، اس نکتے کو پیش نظر رکھتے ہوئے گردوپیش پر نگاہ ڈالی جائے تو افراد کی جتنی تعداد دیگر میدانوں میں نظر آتی ہے، علوم حدیث میں اختصاصی مہارتوں کی جانب ویسی توجہات نہیں۔

۲...... عصر حاضر میں علوم حدیث کے بہت سے پہلو بے اعتنائی کا شکار ہیں، مثلا: رجال احادیث، جرح وتعدیل، ضبط اسمائے رواۃ، غریب الحدیث، اسباب ورود احادیث، ناسخ ومنسوخ، اور احادیث الاحکام وغیرہ، پہلے گذر چکا کہ علوم حدیث ایک وسیع میدان ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ان علوم کی چورانوے (۹۴) انواع ذکر کی ہیں، ان میں سے ہر نوع پر مستقل کتب کی تالیف سے اسلامی کتب خانے میں ایک بہت بڑا ذخیرہ وجود میں آیا ہے، اور روز بروز اس میں مختلف جہات سے ترتیب وتدوین، تلخیص واختصار اور مختلف مباحث کے حوالے سے اٹھنے والے نئے اشکالات وسوالات کا جواب دینے کے لیے لکھا جانے والا لٹریچر بڑھ رہا ہے، جن کے تعارف، مناہج کی پہچان اور استفادہ کے طریقہ کار کی معرفت کارے دارد، ”علوم حدیث میں اختصاص“ کا ایک اہم مقصد اس قیمتی ذخیرے کا تعارف اور ہر علم وفن میں لکھی گئی کتب کے مناہج کی معرفت بھی ہے، تاکہ اس قیمتی ذخیرے سے واقفیت

---

(8) تخصص حدیث شریف، تعارف، اصول وضوابط، ص:۲۷، جامعہ مظاہر علوم سہارن پور، انڈیا۔

حاصل کرنے کے نئے مباحث میں امت مسلمہ کی رہنمائی کی جاسکے۔

۳...... ہر دور کی طرح دور حاضر میں بھی عوام اور خواص کے مختلف حلقوں میں شدید ضعیف اور موضوع احادیث کا چلن ہے، موضوعات کے اس شیوع میں کھرے کھوٹے کی تمیز کر کے عوام وخواص میں اس کا شعور بیدار کرنے کرنا بھی ایک اہم عمل ہے، نیز فتن ودیگر موضوعات کی بے شمار روایات کا صحیح فہم نہ ہونے کی بنا پر غلط فہمیوں کا ایک طوفان برپا ہے، محتمل روایات کے مصداقات کی تعیین کے ذریعے بھی فتنہ وفساد کی راہیں وا کی جارہی ہیں، اس صورت حال کی بنا پر عوام میں جو بے چینی اور ہیجان کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے، اصحاب فہم ودانش اس کا ادراک بھی کر رہے ہیں، لیکن اس پہلو سے علمی کام کر کے "تشکیک" کی اس فضا کو ختم کرنے والے مردان جفاکار کو اکھیاں تک رہی ہیں اور انتظار کی یہ طویل شب عرصے سے صبح کی نوید مسرت سننے کو بے تاب ہے۔

۴...... اصول حدیث کی متداول کتب، محدثین اور خصوصا فقہ شافعی کی نمائندہ شمار کی جاتی ہیں، جن کے بہت سے مباحث میں فقہائے حنفیہ کی آرا محدثین سے مختلف ہیں، اور درس نظامی کا عام فاضل محض حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (۷۷۳ھ۔ ۸۵۲ھ) کی" نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر" یا علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (۸۴۹ھ۔۹۱۱ھ) کی "تدریب الراوی فی تقریب النواوي" پڑھ کر حدیثی مباحث میں محدثین وشافعیہ کی آرا کو پیش نظر رکھتے ہوئے بہت سی الجھنوں کا شکار رہتا ہے، امر واقعہ یہ ہے کہ فقہائے احناف کی اصولی آرا ہماری اصول فقہ کی "کتب السنۃ" کے ضمن میں زیر بحث آتی ہیں، وہاں اس جانب توجہات مبذول نہیں رہتیں، نیز احناف کے ہاں اس پہلو سے مستقل کام بھی کم ہے، ان اسباب کی بنا پر نصابی تعلیم کے دوران اصول حدیث کے پہلو سے خلا باقی رہ جاتا ہے، جبکہ اختصاصی شعبوں میں اس کمی کی تلافی کی کوشش کی جاتی ہے، علوم حدیث کے نامور عالم و محقق مولانا محمد عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) کا درج ذیل بیان پڑھیے:

"حنفی عالم کو محدثین کی مصطلح کے علاوہ اصول فقہ کی کتابوں میں جو سنت کی بحث ہے، اس کو خاص طور پر پیش نظر رکھنا چاہیے، خصوصا جصاص کی اصول فقہ، سرخسی اور بزدوی رحمہم اللہ کی کتابوں میں جو سنت کی بحث ہے، وہ پیش نظر رہے کہ ہمارے ہاں نقد حدیث کے وہی اصول ہیں جو ان کتابوں میں مذکور ہیں، وہ نہیں جو ابن صلاح اور بعد کے لوگوں نے بنائے ہیں، اس سلسلے میں "کشف بزدوی" اور "اصول سرخسی" کا مطالعہ بہت ضروری ہے"۔ (9)

۵...... "تخصص فی علوم الحدیث" کے ان شعبوں کا ایک بنیادی مقصد علم حدیث کی تدریسی استعداد کے ساتھ تالیفی صلاحیت پیدا کرنا بھی ہے، اصحاب نظر جانتے ہیں کہ مسلمانوں کا موجود مطبوعہ کتب سے کئی گناہ بڑا ذخیرہ مخطوطات کی صورت میں

---

(9) تخصص حدیث شریف، تعارف، اصول وضوابط، ص:25، جامعہ مظاہر علوم سہارن پور، انڈیا۔

مسلم وغیر مسلم دنیا کے مختلف سرکاری، اداراتی اور نجی کتب خانوں میں پردہ اخفا کی نذر ہے، ایسے میں پختہ وذی استعداد مدرسین کے ساتھ تحقیق مخطوطات کے ماہر اور عمدہ تالیفی صلاحیتوں کے حامل فضلا بھی علمی میدان کی ضرورت ہیں، مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ نے ایک موقع پر لکھا تھا:

"تخصص کی دو شکلیں ہیں:

(۱) ایک یہ کہ طالب علم درس کے سلسلے میں استعداد پیدا کرسکے، اور وہ "التخصص فی درس الحدیث" کا اہل ہو۔

(۲) دوسرے یہ کہ جب لوگوں میں تصنیف وتالیف کی اہلیت ہو، ان کے تخصص کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی خاص موضوع پر کسی کتاب کی تالیف کرسکیں، یا حدیث کے کسی مخطوطے کی تصحیح کرسکیں، اس پر تعلیقات وحواشی لکھ سکیں"۔[10]

۶...... سابقہ نکات کے ضمن میں یہ پہلو بھی اہم ہے کہ حدیث کی حجیت اور شرح وبیان کے حوالے مختلف طبقات کے اشکالات وجوابات کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے، منکرین حدیث بھی اپنی مردہ اسکیم میں جان ڈالنے کی خاطر نت نئے مباحث چھیڑ کر سادہ لوح مسلمانوں میں تشکیکی جراثیم پیدا کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں، اس پر مستزاد بعض مسلم دانشور بھی اپنی کم فہمی کی بنا پر شبہات میں مبتلا ہو کر دانستہ ونادانستہ طور پر عوام میں ان کی اشاعت کی سرگرمیوں میں مصروف عمل ہیں، اس صورت حال نے آج پرانی بحثوں کو دوبارہ زندہ کردیا ہے اور اس وقت عرب وعجم میں متنوع حدیثی موضوعات پر کتب ومقالات لکھے جارہے ہیں، سیمینار اور کانفرنسیں ہورہی ہیں، برصغیر میں بھی اس صورت حال کی لپیٹ میں ہے، اور کسی درجے میں یہاں بھی اس پہلو پر کام کیا جارہا ہے، لیکن جدید چیلنجز کی بنا پر بہت سے تشنہ پہلوؤں پر قدیم ذخیرے کی روشنی میں عوام اور عصری تعلیم یافتہ طبقوں کی ذہنی سطح کو سامنے رکھتے ہوئے علمی وتحقیقی لٹریچر کی ضرورت دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔

برصغیر کے چند معروف شعبہائے تخصص فی علوم الحدیث کا ایک تعارف:

جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن:

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ برصغیر میں علوم حدیث میں اختصاص کے لیے مستقل شعبہ کی بنیاد ڈالنے میں پہل کا اعزاز جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کو حاصل ہے، محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ (۱۳۹۷ھ) نے ۱۳۸۳ھ بمطابق ۱۹۶۳ء میں اس شعبے کی بنیاد ڈالی، اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے شاگرد رشید مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ (۱۴۰۹ھ) کو نگران مقرر فرمایا، بعد ازاں مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ اور ان کے بعد استاذ محترم مولانا محمد عبدالحلیم چشتی مدظلہ (فاضل دارالعلوم دیوبند) تاحال مشرف کے منصب پر فائز ہیں۔

---

(10) تخصص حدیث شریف، تعارف، اصول وضوابط، ص:23، جامعہ مظاہر علوم سہارن پور، انڈیا۔

اس شعبے کے پچاس سالوں میں دسیوں تحقیقی مقالات لکھے گئے، جن کی ایک فہرست مولانا علی احمد و مولانا صہیب ضیاء (متخصصین فی علوم الحدیث جامعہ) کی محنت و کوشش سے سہاہی "تحقیقات حدیث" [11] میں چھپ چکی ہے، جس میں ۸۸ مقالات کا ذکر ہے، ان کے علاوہ بھی بہت سے مقالات کی فہرست جامعہ کے ریکارڈ میں موجود ہے۔

حضرت بنوری رحمہ اللہ کی خواہش تھی کہ یہاں تحقیقی مقالات لکھے جائیں اور طبع ہو کر علمی ذخیرے میں موجود خلا کو پر کریں، چنانچہ جامعہ کے اس شعبے میں لکھے جانے والے بہت سے مقالات ملک و بیرون ملک کے مختلف اشاعتی اداروں سے طبع ہو کر عام ہو چکے ہیں، جن میں سے چند معروف مقالات کا تعارف درج ذیل ہے:

۱۔"السنة ومكانتها فى ضوء القرآن الكريم" از مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ (۱۹۹۷ء): یہ مقالہ حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ کی نگرانی میں لکھا گیا ہے، اس دور میں انکار حدیث کے فتنے نے سر اٹھایا، جس میں قرآن کریم کی آڑ میں ذخیرہ حدیث کو بے وقعت بنانے کے مذموم مقاصد کار فرما تھے، اس لیے اس مقالے میں قرآن کریم کی روشنی میں سنت نبویہ کی حیثیت و مرتبہ متعین کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، اصل عربی مقالہ "مکتبہ بنوریہ" سے اور اردو ترجمہ ۱۴۰۰ھ میں جامعہ کے اشاعتی شعبے "مجلس دعوت و تحقیق اسلامی" سے طبع ہو چکا ہے۔

۲۔"مسانيد الامام ابي حنيفة وعدد مروياته من المرفوعات والآثار" از مولانا محمد امین اورکزئی شہید رحمہ اللہ (۲۰۰۹ء): یہ مقالہ بھی حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ کے اشراف میں لکھا گیا ہے، اس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا حدیثی مقام، ان کی بیس سے زائد "مسانید" کا تعارف و تجزیہ اور ان میں جمع شدہ روایات کی تعداد بیان کی گئی ہے، ۱۳۹۸ھ میں "مجلس دعوت و تحقیق اسلامی" سے اور بار دگر مولانا شہید کے ادارے "جامعہ یوسفیہ شاہو وام ہنگو" سے اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔

۳۔الكتب المدونة فى الحديث وأصنافها وخصائصها" از مولانا محمد زمان کلاچوی: مقالے کا موضوع عنوان سے ظاہر ہے، حضرت بنوری رحمہ اللہ کی خواہش تھی کہ کتب حدیث کے تفصیلی تعارف پر مشتمل کتاب ترتیب دی جائے، یہ مقالہ اسی خواہش کی ایک تکمیلی کوشش ہے، "المصنفات في الحديث" سے اردو ترجمہ نوشہرہ کی "القاسم اکیڈمی" نے نہایت اہتمام سے شائع کیا ہے۔

۴۔الكلام المفيد في تحرير الاسانيد" از مولانا روح الامین بنگلہ دیشی: مولانا محمد عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ کی

---

(11) تحقیقات حدیث، شمارہ: ۲، بابت محرم الحرام ۱۴۳۱ھ بمطابق جنوری ۲۰۱۰ء۔

زیر نگرانی لکھے گئے اس مقالے میں بنیادی طور پر مولانا نعمانی کی اور اس ضمن میں اکابر علمائے دیوبند کی اسانید کو یکجا کرنے کی سعی کی گئی ہے، علمائے دیوبند کے ”اثبات“ میں اس کتاب کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ پہلے پہل ۱۴۲۵ھ میں ” مکتبہ حجاز دیوبند“ سے اور دوسری بار کچھ عرصہ قبل ”زمزم پبلشرز“ کراچی سے طبع ہو چکا ہے۔

۵۔”أحاديث تلاميذ الامام وأحاديث العلماء الأحناف في صحيح البخاری“از مولانا مفیض الرحمن چاٹگامی: فقہائے احناف پر حدیث سے دوری کا ایک بے بنیاد اتہام باندھا جاتا ہے، استاذ محترم مولانا ڈاکٹر محمد عبد الحلیم چشتی مدظلہ کے اشراف میں لکھے گئے اس مقالے میں ذخیرہ حدیث کی معتبر ترین کتاب ” صحیح بخاری“ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ اور دیگر حنفی فقہا کی سند سے مذکور روایات کو جمع کیا گیا ہے، ”الوردة الحاضرة“ کے نام سے ”زمزم پبلشرز“ سے شائع ہو چکا ہے۔

۶۔”ثنائيات الامام الأعظم ابي حنيفة“از مولانا عبد العزیز یحیٰ سعدی: امام بخاری رحمہ اللہ کی ” صحیح“ میں بائیس ”ثلاثیات“(جن روایات میں امام بخاری رحمہ اللہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان محض تین واسطے ہیں)ہیں، اور محدثین کے ہاں ایسی روایات کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے، جن کی سند میں واسطے کم ہوں، استاذ محترم مولانا چشتی مدظلہ کی نگرانی میں تحریر کیے گئے پیش نظر مقالے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی (۲۱۹) ”ثنائیات“(جن روایات میں امام عالی مقام اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں محض دو واسطے ہیں) جمع کی گئی ہیں، پہلی بار کراچی سے اور بعد ازاں ۱۴۲۶ھ میں ”الامام ابو حنيفة وثنائياته“ کے نام سے بیروت کے معروف اشاعتی ادارے ” دار الکتب العلمیة“ سے عالم عرب کے محقق عالم ڈاکٹر نور الدین عتر حفظہ اللہ کی گراں قدر تقریظ کے ساتھ طبع ہو کر عام دستیاب ہے۔

۷۔” الجمع بين الآثار“از مولانا ایوب رشیدی: یہ مقالہ بھی استاذ محترم مولانا چشتی مدظلہ کے دور اشراف میں لکھا گیا ہے، اس میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کی ”کتاب الآثار“ کی روایات کو جمع کر کے ان کے رجال پر کلام کیا گیا ہے، ابتدا میں استاذ محترم کے قلم سے لکھا گیا مقدمہ ایک تحقیقی مقالے کی شکل اختیار کیا گیا ہے، اس مقدمے کے اردو ترجمے کا ایک حصہ سیرت طیبہ کے متعلق مولانا ڈاکٹر عزیز الرحمن کی ادارت میں شائع ہونے ششماہی ”السیرة“[12] میں قسط وار چھپ چکا ہے، امید ہے کہ ان شاء اللہ جلد ہی مستقل کتابی صورت میں طبع ہو گا، جبکہ اصل عربی مقالہ حال ہی میں ”لمحات من التربية الفقهية في خير القرون“ کے نام سے اردن کے اشاعتی ادارے ”دار الفتح“ سے چھپا ہے، مولانا رشیدی کا مقالہ ۱۴۲۶ھ میں ”زمزم پبلشرز“ سے چھپ کر عام ہو چکا ہے۔

---

(12) ششماہی السیرة شمارہ ۶ و ۷ رمضان ۱۴۲۲ھ اور ربیع الاول ۱۴۲۳ھ۔

۸۔ ''الفقہ فی السند''از مولانا اللہ بخش ایاز ملکانوی: وادی مہران میں فقہ اسلامی کے نمو وارتقا اور یہاں کے اہل علم کی فقہی خدمات کے جائزہ، تعارف وتبصرہ کے حوالے سے لکھے گئے اس مقالے کا اردو ترجمہ ''القاسم اکیڈمی'' نوشہرہ سے شائع ہوا ہے۔

۹۔ ''دراسات في أصول الحديث على منهج الحنفية''از مولانا عبدالمجید ترکمانی: احناف کے اصول حدیث پر اپنی نوعیت کا یہ منفرد کام استاذ محترم مولانا محمد عبدالحلیم چشتی مدظلہ کی نگرانی میں انجام پایا تھا، مزید اضافات اور فنی ترتیب وتدوین کے بعد ابتدا میں '' مکتبۃ السعادۃ'' کراچی سے اور پھر بیروت کے معروف اشاعتی ادارے ''دارابن کثیر'' سے یکے بعد دیگرے دو بار طبع ہو چکا ہے، حال ہی میں مزید اضافات کے ساتھ ''مکتبۃ الکوثر'' سے اس کتاب کا چوتھا ایڈیشن شائع ہوا ہے، کتاب کے طبع ہونے اور علمی حلقوں میں عام ہونے کے بعد عرب وعجم کے کبار اہل علم نے نوجوان مقالہ نگار کی اس کاوش کو بنظر تحسین دیکھا اور مؤلف کو بلند پایہ تعریفی کلمات سے نوازا ہے، مقام شکر ہے کہ احناف کے اصول حدیث کے حوالے سے اسے اب مرجعیت کا مقام مل چکا ہے، چنانچہ موضوع سے متعلق بیشتر علمی وتحقیقی مقالات میں اس کے حوالے دیئے گئے ہیں، بلاشبہ اگر جامعہ کے '' شعبہ تخصص فی علوم الحدیث'' میں ہونے والے تحقیقی کام کی ایک عمدہ مثال ہے۔

جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے اس شعبے نے علوم حدیث کے میدان میں پیش رفت کے سلسلے میں نمایاں کردار کیا، معاشرے کو ماہرین علوم حدیث کی ایک کھیپ فراہم کی، ملک وبیرون ملک کے کئی جامعات کے شعبہائے تخصص فی علوم الحدیث میں مصروف عمل بہتیرے اہل علم جامعہ کے اس شعبے سے ہی فیضیاب ہو کر مرجعیت کے مقام پر پہنچے، والحمد للہ علی ذلک۔

جامعہ فاروقیہ کراچی:

جامعہ فاروقیہ میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ نے ۱۴۲۵ھ میں اس شعبہ کی بنیاد ڈالی، اور مولانا نور البشر نور الحق مدظلہ ومولانا ساجد صدوی حفظہ اللہ (متخصص فی علوم الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن) کے اشراف میں ''تخصص فی علوم الحدیث'' کا شعبہ قائم کیا، اس شعبے میں لکھے گئے مقالات کی ایک فہرست سہاہی ۲۰۱۰ء میں تحقیقات حدیث[13] میں شائع ہو چکی ہے، اس کے بعد بھی کافی مقالے لکھے گئے ہیں، جن کی تفصیلات سر دست سامنے نہیں، بلاشبہ جامعہ کے اس شعبے نے قلیل مدت میں نہایت قیمتی اور قابل قدر کام سامنے لائے ہیں، جن میں سے دو نمایاں مطبوعہ مقالات درج ذیل ہیں:

ا۔ ''غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ'' از مولانا طارق امیر خان: محدثین کی متنوع خدمات میں سے ایک اہم خدمت موضوع روایات کو ذخیرہ حدیث سے ممتاز کرنا ہے، اس موضوع پر بھی معتدبہ مواد حدیثی کتب خانے کی زینت ہے، پیش نظر مقالہ اسی

---

(13) تحقیقات حدیث، شمارہ: ابابت رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ ستمبر ۲۰۰۸ء۔

جد وجہد کا تسلسل ہے، جس میں پاک وہند میں زبان زد عوام وخواص اٹھائیس (۲۸) روایات کی تحقیق کی گئی ہے، ابتدا میں موضوع روایات وکتب موضوعات سے متعلق وقیع مقدمہ ہے، یہ مقالہ مولانا نور البشر مد ظلہ کی زیر نگرانی لکھا گیا اور ''زمزم پبلشرز'' سے طبع ہو چکا ہے، مؤلف نے تخصص سے فراغت کے بعد بھی اس نوع پر کام جاری رکھا، ان شاء اللہ جلد ہی اس سلسلے کی دوسری جلد منظر عام پر آ رہی ہے۔

۲۔''الجزء فی فضائل القرآن'' از مولانا طارق امیر خان: یہ مقالہ بھی مؤلف نے جامعہ فاروقیہ میں تخصص کے دوران ترتیب دیا ہے، جس میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ (۱۸۹۸ء۔۱۹۸۳ء) کی ''فضائل قرآن'' کے حدیثی فوائد کے ضمن میں آنے والی روایات کی تخریج وتحقیق کی گئی ہے، اوراب یہ کام کتابی صورت میں ''زمزم پبلشرز'' سے چھپ چکا ہے۔
دیگر مقالات میں سے چند اہم عنوانات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔''تحقيق ودراسة كتاب''امعان النظر في توضيح شرح نخبة الفكر''للعلامة محمد اكرام السندي النصربوري'' مولوی کفایت اللہ نم محمد زکریا۔

۲۔''تحقيق ودراسة كتاب''بهجة النظر شرح شرح نخبة الفكر'' لابی الحسن الصغير السندي''، مولوی محمد کاشف بن محمد یونس۔

۳۔''الامام ابن همام وآراؤه الأصوليه في ''فتح القدير''، مولوی حسین احد۔

۴۔''الحديث الضعيف ومدى الاستدلال به في الفضائل والأحكام''، مولوی محمد عمران۔

جامعہ بنوریہ کراچی:

جامعہ بنوریہ میں یہ شعبہ قائم ہوئے کچھ عرصہ گذرا ہے، اور مولانا آصف اختر حفظہ اللہ اس کے مشرف ہیں، مولانا بھی استاذ محترم مولانا چشتی مد ظلہ کے فیض یافتہ ہیں۔

جامعہ اشرف المدارس کراچی:

جامعہ اشرف المدارس میں قائم شعبہ ''تخصص فی علوم الحدیث'' مولانا مفیض الرحمن چاٹگامی کے اشراف میں قائم ہے، مولانا چاٹگامی جامعہ بنوری ٹاؤن کے متخصص اور کئی کتب کے مؤلف ہیں۔

معہد عثمان بن عفان کراچی:

مولانا نور البشر نور الحق مد ظلہ (استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی) کے اس ادارے میں ''تخصص فی الفقہ والحدیث'' کا دوسالہ منفرد کورس چند سال سے جاری ہے، جس میں اصول افتاء وعلوم حدیث کی منتخب کتب کی تدریس ومطالعہ کے ساتھ افتاء وتخریج کی

تمرین بھی کرائی جاتی ہے، مولانا مدظلہ تحقیقی مزاج ومذاق رکھنے والے پختہ عالم ومدرس اور تحقیق وتخریج کے میدان میں طویل تجربہ رکھتے ہیں، اس لیے مختصر دورانیے میں دونوں مہارتیں حاصل کرنے کے خواہش مند ذی استعداد طلبہ اس ادارے سے منسلک ہو کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

مجلس البحوث الاسلامیہ راولپنڈی:

مسجد الہلال اصغر مال اسکیم میں استاذ محترم مولانا محمد عبد الحلیم چشتی مدظلہ کی سرپرستی اور جامعہ بنوری ٹاؤن کے متخصصین مولانا محمد عاصم انعام، مولانا ایوب رشیدی اور مولانا وصی اللہ حفظہم اللہ ودیگر علما کی نگرانی میں مجلس البحوث الاسلامیۃ اور اس کے ذیلی شعبے ''تخصص فی علوم الحدیث والسنۃ'' کو قائم ہوئے کچھ عرصہ گذرا ہے، اس دوران یہاں دیگر مقالات کے علاوہ ایک نمایاں کام شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق کتاب ''فضائل اعمال'' کی تخریج کا ہوا، جو اب چھپ کر عام ہو چکا ہے۔

جامعہ دار العلوم دیوبند، ہندوستان:

برصغیر کی عظیم دینی درس گاہ، ازہر ہند دار العلوم دیوبند میں یہ شعبہ ۱۴۲۰ھ میں قائم ہوا اور مولانا نعمت اللہ اعظمی مدظلہ (۱۹۳۲ء-۲۰۱۳ء)) اس کے نگران مقرر ہوئے، جو تاحال اشراف کے فرائض انجام دے رہے ہیں، بعد ازاں مولانا عبد اللہ معروفی حفظہ اللہ بھی بحیثیت معاون مشرف اس شعبے سے منسلک ہوئے، اس شعبے کے شائع شدہ چند اہم تحقیقی مقالات درج ذیل ہیں:

۱-''الحديث الحسن في جامع الترمذي''،۲-''الحديث الحسن الصحيح''-۳- ''الحديث الحسن الغريب''-۴- الحديث الغريب'': یہ مقالہ مولانا نعمت اللہ اعظم مدظلہ، ہندوستان کے نامور محقق مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحمہ اللہ (۱۹۰۱ء-۱۹۹۲ء) اور مولانا عبد اللہ معروفی مدظلہ کی نگرانی میں شعبے کے پانچ طلبہ نے لکھا ہے، جس میں ''جامع الترمذي'' کی ان احادیث کی تحقیق کی گئی ہے، جن کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) نے ''حسن'' لکھا ہے، ابتدا میں انہی روایات پر کام ہوا، بعد ازاں امام موصوف کی دیگر اصطلاحات پر بھی تحقیقی کام ہوا، چنانچہ ''حسن غریب'' پر دو جلدیں، ''حدیث غریب'' پر ایک جلد اور ''حسن غریب'' پر تین جلدیں چھپ چکی ہیں، ہر جلد کی ضخامت چھے سو صفحات سے زائد ہے، یہ مکمل کام اسی شعبے میں ہوا۔

۵-''حقيقة الزيادة على القرآن بخبر الواحدواستعراض علمی لايرادات ابن القيم على الحنفية بناء على هذا الأصل'': مقالے کے عنوان سے اس کے مباحث کی وضاحت ہو جاتی ہے، یہ کام مولانا نعمت اللہ اعظمی مدظلہ کے اشراف میں تین طلبہ نے کیا اور مولانا عبد اللہ معروفی حفظہ اللہ نے ترمیم وتہذیب فرمائی، ''المكتبة العثمانية'' دیوبند سے چھپ چکا

ہے۔[14]

جامعہ مظاہر العلوم سہارن پور ہندوستان:

جامعہ کی مجلس شوریٰ کی تجویز سے سنہ ۱۴۱۵ھ میں اس شعبے کا قیام عمل میں آیا، اور حضرت مولانا زین العابدین اعظمی رحمہ اللہ (۱۳۵۱ھ۔۱۴۳۴ھ) نگران مقرر ہوئے، دوسرے ہی سال طلبہ کی تعداد میں اضافہ کی بنا ان کی معاونت کے لیے مولانا عبداللہ معروفی حفظہ اللہ کا تقرر کی گیا، ۱۴۲۱ھ میں شائع شدہ شعبے کی پانچ سالہ کارکردگی کی روداد کے مطابق اس قلیل مدت کے دوران شعبے میں انجام پانے والے نمایاں تحقیقی کام درج ذیل ہیں:

۱۔''المؤتلف والمختلف فی أسماء نقلة الحدیث''اور''مشتبة النسبة'' کی تحقیق وتعلیق، یہ دونوں اہم کام تخصص کے طلبا کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچے۔

۲۔علامہ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق کتاب''جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد''، کی تحقیق، یہ کام بھی مولانا زین العابدین اعظمی رحمہ اللہ کے اشراف میں شعبے کے متخصصین کے ذریعے انجام پایا ہے۔
ان دو اہم علمی کاوشوں کے علاوہ بھی دسیوں مقالات لکھے گئے ہیں، جن میں سے بعض زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں، سر دست تفصیلات دستیاب نہ ہونے کی بنا پر ان کا تعارف پیش نہیں جاسکتا۔[15]

مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ ڈھاکہ بنگلہ دیش:

یہ ادارہ بنگلہ دیش کے دارالحکومت ڈھاکہ میں قائم ہے، جس کے شعبہ ''تخصص فی علوم الحدیث'' کے مشرف مفتی عبد المالک (متخصص جامعہ بنوری ٹاؤن) ہیں، مولانا حدیث وفقہ کے پختہ و محقق عالم ہیں، جامعہ بنوری ٹاؤن میں تخصص کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی میں ''تخصص فی الافتاء'' کیا، بعد ازاں اپنے استاذ مولانا محمد عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ کے ایما پر عالم عرب کے محقق ومحدث شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ (۱۴۱۷ھ) کی خدمت میں بھی کافی عرصہ رہے، یوں مولانا نے عرب وعجم کے جہابذہ سے خوب استفادہ کیا، علوم حدیث کے مبتدئین کے لیے انہوں نے''المدخل الی علوم الحدیث الشریف ''کے نام سے ایک

---

(14) یہ مقالات اب تک ہمارے ملک میں عام نہیں، ہوئے، دارالعلوم دیوبند کے شعبہ ''تخصص فی علوم الحدیث''اور مذکورہ مقالات کے متعلق یہ معلومات مولانا عبید انور بن مولانا نسیم اختر شاہ قیصر (متخصص فی علوم الحدیث دارالعلوم دیوبند) نے عنایت فرمائیں، فجزاہ اللہ خیرا۔

(15) مذکورہ معلومات رسالہ ''تخصص حدیث شریف، تعارف، اصول وضوابط، مطبوعہ: جامعہ مظاہر علوم سہارن پور، انڈیا'' سے حاصل کی گئی ہیں۔

مفید کتاب ترتیب دی ہے، اور عرصہ سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی "نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر" کی شرح وتعلیق میں مشغول ہیں، بنگلہ دیش میں مولانا جیسی محدثانہ مزاج کی حامل شخصیت کا وجود نعمت سے کم نہیں۔

یہاں علوم حدیث میں اختصاص سے متعلق چند شعبوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن کے بارے میں کسی قدر معلومات مہیا ہو سکی ہیں، استیعاب ممکن تھا نہ مقصود، بلاشبہ ان کے علاوہ بھی اندرون وبیرون ملک کئی اداروں میں "تخصص فی علوم الحدیث" کے شعبے قائم ہیں، جن سے حسب مناسبت فضلائے کرام استفادہ کرسکتے ہیں۔

ایک گذارش علوم حدیث کے متخصصین سے:

اس مقام کی مناسبت سے "متخصصین فی علوم الحدیث" سے خصوصا اور دیگر اہل اختصاص کی خدمت میں عموما ایک برادرانہ وخیر خواہانہ گذارش پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ کسی بھی علم وفن کے ساتھ مناسبت کے بقاکے لیے اس کا دائمی ومربوط مطالعہ ضروری ہوتا ہے، اختصاصی مہارت حاصل کر لینے کے باوجود ربط وتسلسل نہ رہنے کی بناپر برسوں کی محنت (اکارت کہنا تو مناسب نہ ہوگا کہ فی الجملہ افادیت سے انکار بھی نہیں، کہا جاسکتا ہے کہ اختصاصی صلاحیت) ہوا ہو جاتی ہے، اس رویے سے بعض اوقات جزئیات تو درکنار، فن کے بنیادی اصول وکلیات بھی ذہن سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور عمومی مشاہدے کی رو سے بھی یہ عین فطری معاملہ ہے، امام فن جرح وتعدیل و محدث جلیل القدرامام عبدالرحمن مہدی رحمہ اللہ (۱۹۸ھ) کا مقولہ ہے:
"انما مثل صاحب الحديث بمنزلة السمسار، اذا غاب عن السوق خمسة أيام تغير بصره"۔[16]

"حدیث کا طالب علم دلال (ہمارے عرف میں بجائے اس کے "منی چینجر" کہہ لیجیے) کی مانند ہوتا ہے، چند روز بھی مارکیٹ سے دور رہے تو فنی بصیرت (اور پیشہ ورانہ مہارت) میں فرق آجاتا ہے"۔

چند روز کی غیبوبت سے اتنا تغیر آجاتا ہے تو فنی مطالعہ کے بالکلیہ ترک کی صورت میں اختصاصی استعداد کیا حشر ہوگا؟! ایسے میں مسلسل مطالعہ وتحقیق کے عمل سے جڑے بنا خود کو متخصص باور کراتے رہنا خام خیالی ہی کہی جاسکتی ہے، یوں ہم عوام کو تو مطمئن کرسکتے ہیں لیکن ضمیر کی عدالت میں جواب دہی سے عاجز رہیں گے، امام احمد بن حنبل شیبانی رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) سے ایک موقع پر دریافت کیا گیا: حدیث کی طلب کب تک جاری رکھنی چاہیئے؟ فرمایا: "موت تک"۔[17] گویا حقیقی متخصص وہی ہے جو تحقیق ومطالعہ کے سفر میں کسی مقام پر قناعت کے بجائے فن کے ساتھ دائمی ربط قائم رکھے۔

---

(16) الجامع لاخلاق الراوي وآداب السامع للخطيب، باب دوام المراعاة للحديث والمذاكرة به واتقاء الفتور عنه، ص:۴۱۳، رقم: ۱۹۰۹، دار الكتب العلمية بيروت لبنان ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء۔

(17) شرف أصحاب الحديث للخطيب، ۲: ۱۲۸، رقم:۱۳۵، مكتبة ابن تيمية القاهرة